قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعۃالمبارک 30 جولائی 2021ء | 19 ذوالحج 1442ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:179

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دن میں پانچ مرتبہ روحانی غسل

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بھلا بتاؤ تو اگر کسی کے دروازے کے پاس سے نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کر دیتا ہے۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ للخطاء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

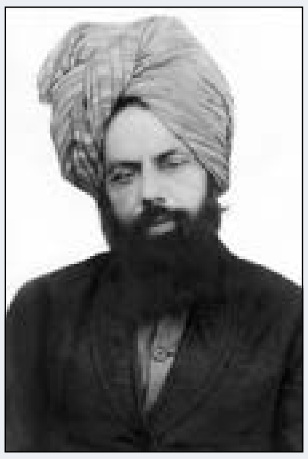

فضائل نماز

’’خدا نے اپنے قانون قدرت میں مصائب کو پانچ قسم پر منقسم کیا ہے یعنی آثار مصیبت کے جو خوف دلاتے ہیں۔ اور پھر مصیبت کے اندر قدم رکھنا۔ اور پھر ایسی حالت جب نومیدی پیدا ہوتی ہے اور پھر زمانہ تاریک مصیبت کا۔ اور پھر صبح رحمت الٰہی کی یہ پانچ وقت ہیں جن کا نمونہ پانچ نمازیں ہیں‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد نمبر 21 صفحہ نمبر 422)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ بڑے درد کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ **اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں** اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرنی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے۔ اخلاق کو درست کرتی ہے۔ دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے اور لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔ نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے۔ اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے۔ اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے۔ جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے اگر ان کے ملاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے۔ ایسا ہی اگر نماز میں لذت نہ ہو تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دروازہ بند کرکے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذت پیدا ہو جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پُر ہے جس کی تفصیل نہیں ہوسکتی۔ جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 591-592 ایڈیشن 1988)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿۱۰۴﴾

(النساء: 104)

ترجمہ: یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ وہ معیار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے والوں کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور آپؑ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ جس کے حصول کے لئے، جس کے قائم رکھنے کے لئے اور نہ صرف اپنے اندر قائم رکھنے کے لئے بلکہ اپنے بیوی بچوں اور اپنے ماحول میں بھی قائم رکھنے کے لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کے حصول کے لئے وہ طریق اپنانے ہوں گے جن کے بارے میں قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے وہ اسلوب سیکھنے ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں سکھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کے لئے, برائیوں سے بچنے کے لئے نماز کو ایک بہت بڑا ذریعہ قرار دیا ہے جیسا کہ جو آیت میں نے ابھی تلاوت کی ہے اس میں وہ فرماتا ہے کہ اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ کہ جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ۔ اور نہ صرف پڑھ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ اور پڑھ کر سنا۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور نماز کو قائم کر۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً سب ذکروں سے بڑا ہے۔ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اس آیت میں جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں دیکھا کہ جہاں تلاوت کرنے کا حکم ہے، اس پیغام کو پہنچانے کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ کہ نماز قائم کر کیونکہ اس کو تمام لوازمات کے ساتھ قائم کرنا اور خالص ہو کر پڑھنا، پاک کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ یہ قرآن جو تزکیہ کرنے کی تعلیم سے پُر ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق خدا کی مدد سے ملے گی۔ پس جب ایک مومن بندہ خالص ہو کر اس کے آگے جھکے گا اور اس پر اس تعلیم کا اثر ہوگا اور برائیوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو گا اور پھر خالص ہو کر ادا کی گئی نمازیں بعد میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زبانوں کو تر رکھنے کی طرف توجہ دلائیں گی تو ایسا شخص یقیناً اپنے نفس کا تزکیہ کرنے والا ہو گا۔

پس نماز کی طرف توجہ ہر احمدی کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ لیکن کس طرح؟ کیا صرف ایک دو نمازیں؟ نہیں، بلکہ پانچ وقت کی نمازیں۔ اگر یہ نہیں تو عبادت کے معیار حاصل کرنے کا ابھی بہت لمبا سفر طے کرنا ہے۔ پہلوں سے ملنے کے لئے ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے۔ پانچ فرض نمازیں تو وہ سنگ میل ہے جہاں سے معیاروں کے حصول کا سفر شروع ہونا ہے۔ پانچ نمازیں تو نیکی کا وہ بیج ہے جس نے پھلدار درخت بننا ہے۔

(خطبہ جمعہ 15؍ فروری 2008ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- وعدے کرکے مشکل کیوں پھر ان کو نبھانے ہوجاتے ہیں (منظوم)
- اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے ثمرات
- میرے پیارے ابا جان
- مالی ریجن سکاسو میں آمین کی بابرکت تقریب کا انعقاد

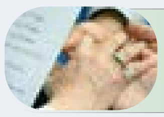

دربارِ خلافت

دین کی خدمت اور قربانی کی مثال

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر ایک صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب بذریعہ میاں محمد احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ چوہدری رستم علی خاں صاحب مرحوم انسپکٹر ریلوے تھے۔ ایک سو پچاس روپیہ اُن کو ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ بڑے مخلص اور ہماری جماعت کے قابلِ ذکر آدمی تھے۔ وہ بیس روپیہ ماہوار اپنے گھر کے خرچ کے لئے اپنے پاس رکھ کر باقی کل تنخواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج دیتے تھے اور ہمیشہ اُن کا یہ قاعدہ تھا۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 13 صفحہ نمبر 360 روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ)

پھر دیکھیں دین کی خدمت کے لئے اور قربانی دینے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غریبوں کے دلوں میں بھی شوق پیدا کیا تھا۔ اُن کو بھی تڑپ رہتی تھی جن کی کوئی آمد نہیں تھی۔ غربت تھی، بڑا خاندان تھا، بچے زیادہ تھے، خرچ پورے نہیں ہوتے تھے وہ کس طرح قربانی دیا کرتے تھے۔

حضرت قاضی قمرالدین صاحب رضی اللہ عنہ سائیں دیوان شاہ صاحب کے بارے میں واقعات بیان کر رہے ہیں اُس کے بعد لکھتے ہیں کہ ’’مَیں بھی سائیں صاحب سے کبھی دریافت کیا کرتا کہ آپ کو قادیان شریف جانا کوئی خاص کام کی وجہ سے ہے؟‘‘ کیونکہ جہاں ان کا گاؤں تھا، سائیں صاحب وہاں سے گزر کر جایا کرتے تھے اور رات بسر کیا کرتے تھے۔ سائیں دیوان شاہ نارووال کے رہنے والے تھے اور وہاں سے گزرتے ہوئے جاتے تھے۔ پیدل سفر کیا کرتے تھے۔ یہ، نارووال سے چلتے تھے اور قادیان آتے تھے جو کئی میل کا فاصلہ ہے۔ اگر بیچ میں سے بھی جائیں تو شاید کم از کم سو میل ہو۔ تو کہتے ہیں کہ ’’قادیان شریف جانا کوئی خاص کام کی وجہ سے ہے یا شوقِ ملاقات سے جا رہے ہیں؟‘‘ تو کہتے ہیں سائیں دیوان شاہ فرمایا کرتے تھے کہ ’’مَیں چونکہ غریب ہوں، چندہ تو دے نہیں سکتا اس لئے جا رہا ہوں کہ مہمان خانے کی چارپائیاں بُن آؤں تا کہ میرے سر سے چندہ اتر جائے‘‘۔ تو اس کی جگہ مَیں لنگر خانے کی جو چارپائیاں ہیں اُن کی بنائی کر کے مزدوری کا یہ کام کر آؤں۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 2 صفحہ نمبر 96 روایت حضرت قاضی قمرالدین صاحبؓ)

یہ دو تین مثالیں مَیں نے دی ہیں۔ پس یہ تھے ان لوگوں کی قربانیوں کے، اُن لوگوں کے معیار جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے فیض پایا اور روایات میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔

(خطبہ جمعہ 14 اکتوبر 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

وعدے کر کے مشکل کیوں پھر ان کو نبھانے ہو جاتے ہیں

وعدے کر کے مشکل کیوں پھر ان کو نبھانے ہو جاتے ہیں
لوگ محبّت کرتے ہیں پھر خود انجانے ہو جاتے ہیں
جیون ایسی راہگزر ہے جس پر چلنا مشکل ہے
چلتے چلتے رُکنے کے بھی لاکھ بہانے ہو جاتے ہیں
ہم جیسوں کو علم کتابوں سے ہی پڑھنا پڑتا ہے
قاضی کے گھر کے بچے تو آپ سیانے ہو جاتے ہیں
کہتے کہتے شعروں کو بنتے ہیں غزل اپنی ، شاعر
لکھنے والے لکھتے لکھتے خود افسانے ہو جاتے ہیں
ستّاری کا پردہ رکھ کر بات کیا کر اپنوں سے
ورنہ مشکل ، لوگوں سے پھر ، عیب چھپانے ہو جاتے ہیں
روشن دن کو سورج رکھے ، رات جو آئے چاند کھلے
اُترا جب تک نُور نہ ہو تاریک زمانے ہو جاتے ہیں
طارق اس سنسار کی ریت سمجھ کر من کو سمجھا لے
لوگ نئے آتے ہیں جب کچھ لوگ پرانے ہو جاتے ہیں

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

آج کی دعا

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (آلِ عمران:174)

ترجمہ: ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَأَهْلِيْ وَمَالِيْ۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ۔

(ابوداؤد۔ کِتَابُ النَّوْمِ بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا أَصْبَحَ حدیث:5074)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی عافیت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ! میں اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں تجھ سے معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! میرے عیب چھپا دے اور مجھے میرے اندیشوں اور خطرات سے امن عنایت فرما۔ یا اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے، میرے دائیں، میرے بائیں اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما۔ اور میں تیری عظمت کے ذریعے سے اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے کسی پوشیدہ مصیبت کا شکار ہوں۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْتَغِیْثُ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 250)

ترجمہ: اے زندہ اور ہمیشہ قائم و دائم رہنے والے خدا! میں تیری رحمت سے تیری مدد چاہتا ہوں۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے!

یہ قرآن مجید کی خدا تعالیٰ کی کفایت نصیب ہونے کی، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی عافیت اور حفاظتِ الٰہی کی، حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بے قراری اور پریشانی کے وقت کی دعائیں ہیں۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مظلوم فلسطینیوں اور احمدیوں کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ ہفتہ بھی میں نے کہا تھا۔ مظلوم فلسطینیوں کے لیے دعا کریں۔ گو کہ جنگ بندی ہوگئی ہے لیکن تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد کہیں نہ کہیں سے، کسی نہ کسی طریقے سے، کسی نہ کسی بہانے سے دشمن ان فلسطینیوں کو ظلم کا نشانہ بناتے رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی وجہ بنتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور فلسطینیوں کے لیے بھی حقیقی آزادی میسر آئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے لیڈر بھی عطا فرمائے جن میں عقل اور فراست بھی ہو اور مضبوطی بھی ہو، جو اپنی بات کو کہنے اور اپنے حق لینے والے بھی ہوں۔ اسی طرح احمدیوں کے لیے جو خاص طور پر پاکستان میں ظلم کا نشانہ بن رہے ہیں ان کے لیے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

(خطبہ جمعہ 21/ مئی 2021ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مولانا لئیق احمد طاہر۔مربی سلسلہ انگلستان

اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کے ثمرات

ہم نے جس معاشرہ میں تربیت پائی یعنی ربوہ دارالہجرت میں۔ وہاں ہمارا معاشرہ اُٹھتے بیٹھتے ہماری خاموش تربیت کر رہا ہوتا تھا۔ مجھے ربوہ کے 1950ء اور اُس سے دو ایک سال بعد کے حالات کا علم ہے، ایسا پاکیزہ معاشرہ تھا کہ الفاظ اُس کے بیان سے قاصر ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہر وقت ہمارے کانوں میں پڑتی رہتی تھیں۔ اُن کا اُس عمر میں (7۔8 سال کی عمر میں) ہم پر کیا اثر ہوتا تھا شاید ایک بچہ بیان کر سکے یا ناں۔لیکن ان باتوں کا اُس کے لاشعور پر لازماً اثر ہوتا ہوگا۔مثلاً جس چھوٹے بڑے سے ملو انہیں سلام کریں۔کوئی چیز کسی سے لیں تو دائیں ہاتھ سے لیں اور دائیں ہاتھ سے دیں۔اور لیتے ہوئے جَزَاکَ اللّٰہُ کہیں۔بچے مغرب کی نماز ضرور مسجد میں ادا کریں اور اپنے باپ یا بڑے بھائی کے ساتھ جائیں مسجد میں اگر مغرب کے بعد مربی اطفال کی کلاس لیں تو اس میں شریک ہوں سارا ربوہ ایک چھوٹے سے محلہ کی طرح تھا۔وہاں شروع میں صرف ایک مسجد۔کچے قصر خلافت کے ساتھ ریلوے لائن سے اِس طرف ہوتی تھی۔مغرب کے بعد ہمیں گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔اگر کسی سے کوئی چیز اِدھر اُدھر رکھی جاتی یا گُم ہو جاتی تو سب اناللہ پڑھتے تھے اور ہمیں بھی یہی سبق تھا۔

اِنَّا لِلّٰہِ! کے بارہ میں اور اس کی حیرت انگیز تاثیر کے متعلق دو واقعات جس کا میں شاہد ہوں ہدیہ قارئین کرنا چاہتا ہوں۔

ایک واقعہ 1970ء کا ہے میرے ایک عزیز دوست جو مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے یعنی چوہدری بشیر اصغر باجوہ صاحب نے مجھے کہا کہ میرے ایک دوست امریکہ سے آ رہے ہیں، وہاں polaroid Camera برطانیہ کے مقابلہ میں کافی سستا ملتا ہے منگوانا ہو تو میں ان سے کہہ کر منگوا سکتا ہوں۔میں نے یہ کیمرا منگوالیا۔شاید اس کی قیمت 20 یا 25 پونڈ کے برابر تھی جو خاکسار نے ادا کر دی۔احباب کو یہ علم ہوگا کہ اس کیمرہ کا حُسن یہ ہے کہ 30۔40 سیکنڈ میں تصویر بنا دیتا ہے۔

خیر اس سال جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ افریقہ سے واپس تشریف لائے اور لندن میں حضور نے چند ہفتے قیام فرمایا تو شمع کے پروانے سارے یورپ سے لندن آ گئے ایک دفعہ کبابیر سے عودہ فیملی کے ایک بزرگ اور مکرم مسعود احمد صاحب مشن ہاؤس کے لان (lawn) میں کھڑے تھے۔ باہم محوِ گفتگو تھے کہ میں نے کہا کہ ذرہ میری طرف توجہ کریں۔آپ کی ایک تصویر بنالوں۔میں نے اپنے کیمرہ سے تصویر بنالی۔اور ذرہ سے وقفہ کے بعد ان سے اوجھل ہو کر تصویر نکال لی۔بہت خوبصورت تصویر تھی۔ جب عودہ صاحب نے تصویر دیکھی تو سخت حیرت زدہ ہو گئے کہ چند سکینڈ میں تصویر کیسے بن گئی اور بار بار کہتے تھے۔ ھٰذَا اِعْجَازٌ۔ھٰذَا اِعْجَازٌ۔کہ یہ تو معجزہ ہے۔خیر انہوں نے اُسی وقت لندن سے اُس کے ساتھ کا پولے رائڈ کیمرہ خرید لیا۔بڑے صاحب حیثیت تھے۔

آمدم برسرِ مطلب۔حضورؒ نے محمود ہال (لندن) کا افتتاح فرمانا تھا۔لیکن اُس کے سٹیج کی تعمیر کا کام ابھی جاری تھا۔وقتی طور پر قالین ڈال کر۔پوچا پھیر دیا گیا تاکیمرہ کی آنکھ پر یہ کمی نمایاں نہ کر سکے۔خیر افتتاح ہوا۔بڑی رونق تھی۔اس گہما گہمی میں عودہ صاحب کا کیمرہ گُم ہو گیا۔اب ایک طرف حضور پُرنور کے ساتھ ہماری مصروفیات۔دوسری طرف یہ خیال کہ مکرم عودہ صاحب کیا سوچیں گے کہ کیمرہ کون لے گیا۔چند دوستوں سے خاکسار نے کہا تلاش کریں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔میں نے عودہ صاحب سے کہا اِنَّا لِلّٰہِ پڑھیں کیمرہ مل جائے گا کہنے لگے کہ ”اِنَّا لِلّٰہِ“ تو اُس چیز پر پڑھتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے۔میں نے تو اِنَّا لِلّٰہِ نہیں پڑھنا“۔دو ایک دن تک کیمرہ نہ ملا تو میں نے کہا کہ اب آپ میرے کہنے پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کر اس کی تاثیر بھی دیکھ لیں۔انہوں نے میرے اصرار پر سخت مایوسی اور بددلی کے ساتھ اِنَّا لِلّٰہِ بادلِ نخواستہ پڑھ ہی لیا۔

اب خدا تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے۔دوستوں کو میں یاد دلا رہا تھا کہ ایک مہمان عرب کا کیمرہ ہے کیمرہ تلاش کریں۔وہ کہیں یہ تاثر نہ لے کر جائیں کہ کسی احمدی نے کیمرہ اُٹھا لیا ہے۔تیسرے چوتھے دن ایک دوست میرے پاس وہ کیمرہ لے کر آ گئے۔کہنے لگے کہ میں نے سوچا کہ جو قالین کے ٹکڑے سٹیج کے سامنے ڈال کر وہ حصہ چھپایا ہوا تھا وہ چیک کریں۔میں نے قالین اُٹھا کر دیکھا تو سامنے سٹیج کے نیچے یہ کیمرہ پڑا ہوا تھا۔میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور عودہ صاحب کو کیمرہ دیا تو ان کا مُنہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔میں نے اُنہیں بتایا کہ افتتاح کے موقع پر آپ نے سٹیج پر کیمرہ رکھ دیا تھا۔منتظمین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آمد کے موقع پر اُٹھا کر نیچے رکھ دیا اور سامنے قالین کے ٹکڑے بچھا دئے۔الحمد للہ۔احمدی چوری نہیں کرتے غلطی آپ سے ہوئی اور آپ بے جگہ کیمرہ چھوڑ کر بھول گئے۔

دوسرا واقعہ

جو اِنَّا لِلّٰہِ کی تاثیر کا حیرت انگیز ہے جس کا سوچ کے میں خود حیران ہو جاتا ہوں۔2001ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میری بیٹی قرۃ العین سے فرمایا کہ تم نے جلسہ سالانہ جرمنی میں میرے ساتھ شریک ہونا ہے اور عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلَامُ والی نظمیں لجنہ کے اجلاس میں میری تقریر سے قبل پڑھنی ہے۔خیر ہم نے جلسہ میں شرکت کی۔بیٹی کی نظم نے ہمیں بھی زندہ جاوید کر دیا۔دوسرے دن بیٹی کی نظم تھی۔ہم فرینکنتھال (Frankenthal) جرمنی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔وہاں میری بڑی بہن مکرمہ امینہ خالد صاحبہ اور بہنوئی مکرم نعیم اللہ خالد صاحب کے ہاں ہمارا قیام تھا۔جلسہ کے آخری دن ہم رات کو ٹیکسی پر دیر گئے Frankenthal پہنچے۔سوئے اتفاق کہ اندھیرے کی وجہ سے میری بیٹی کو اپنا پرس نظر نہ آیا اور پرس وہیں ٹیکسی میں رہ گیا۔اس میں بیٹی کا زیور اور ہماری حیثیت کے مطابق کافی بڑی رقم موجود تھی۔گھر پہنچنے کے کچھ دیر بعد کوئی چیز نکالنے کے لئے پرس کی ضرورت پڑی تو یاد آیا کہ پرس تو ٹیکسی میں رہ گیا ہے۔اب ٹیکسی اسٹینڈ تو وہاں کئی تھے۔کہاں فون کر کے پوچھیں؟ خاکسار نے کہا چلیں پہلے مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں۔نماز میں میں نے وہ آیت پڑھی جس میں ذکر ہے کہ جب مومنوں کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو وہ نقصان پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

نماز کے بعد دل کو ڈھارس ملی اور تسلی ہوئی۔میرے بہنوئی نعیم صاحب نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ ٹیکسی فلاں اسٹینڈ کی تھی۔میری ہمشیرہ نے اُس اسٹینڈ کو فون کیا اور پرس ان کی کسی ٹیکسی میں بھول جانے کا ذکر کیا۔تو ٹیکسی اسٹینڈ والوں نے توجہ نہ کی۔اُس کے بعد جب بھی فون کیا۔اب اُن کے پاس ہمارا نمبر آ چکا تھا انہوں نے جواب دینا بند کر دیا۔اس سے ہمیں یقین ہو گیا کہ ہمارا پرس انہی کے پاس ہے۔اس کے بعد میری بہن نے ہمارے ایک موبائل سے فون کیا تو وہ یہ سمجھے کہ کسی کسٹمر Customer کا فون ہے انہوں نے فون اُٹھا لیا۔اس پر میری بہن نے انہیں کہا کہ وہ پولیس کو فون کر رہی ہیں۔اور یہ کہ ہمارا خیال ہے کہ پرس آپ کے پاس ہے۔چنانچہ پولیس کو اطلاع کر دی گئی۔

خیر رات گزر گئی۔اگلے دن صبح 8۔9 بجے ہمیں پولیس اسٹیشن سے فون آیا،کہ انہیں کسی جگہ سے ایک پرس ملا ہے۔آپ پولیس اسٹیشن آ کر ملیں۔خیر ہم وہاں گئے انہوں نے پرس کے Contents کے بارہ میں سوال کئے۔کہ اس میں کیا کیا چیزیں تھیں۔کرنسی کس کس ملک کی تھی،زیور کون کون سا تھا۔جب تسلی ہوگئی تو انہوں نے پرس لا کر دیا اور بتایا کہ ایک پارک میں انہیں یہ پرس ملا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ جب ٹیکسی اسٹینڈ کو یقین ہو گیا کہ اب معاملہ اُلجھ گیا ہے اور اگر پرس ان کے ہاں سے نکل آیا تو انہیں اس جرم کی سزا ہو سکتی ہے تو انہوں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ یہ پرس کسی جگہ پھینک آؤ تا ہم پولیس کی گرفت میں نہ آ جائیں۔اور یوں اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر حضورِ دل سے دعا کریں۔یہ سبق اپنے بچوں کو بار بار دیں کہ اس پر ان کا عمل پختہ ہو جائے تا ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پر مستحکم ہو جائے۔آمین

طیبہ شہناز کریم۔ لندن

میرے پیارے ابّا جان

مکرم چوہدری فضل الدین صاحب (اوورسیئر)

میرے اباجان 1887ء میں ایک چھوٹے سے گاؤں ''حمزہ''، ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ میرے دادا گاؤں بھر میں چوہدری ''کالو'' کے نام سے مشہور تھے۔ تمام گاؤں میں بہت عزت و احترام سے پکارے جاتے تھے اور یہ گاؤں میرے دادا کے آباؤ اجداد کا ہی سمجھا جاتا تھا۔ شادی کے بعد دادا کی پہلی اولاد میرے اباجان تھے جن کا نام فضل الدین رکھا گیا۔ تین سال کے بعد ایک بیٹی فضل بی بی پیدا ہوئیں وہ ابھی ایک سال کی ہی تھیں کہ دادی وفات پا گئیں۔ اب ان دونوں بچوں کو ان کی چچی نے اپنی کفالت میں لے لیا۔

اباجان بتایا کرتے تھے کہ ان کی چچی بہت ہی نیک اور معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ اباجان کو اپنے ساتھ سلاتیں اور سونے سے پہلے ہمیشہ ایک سبق یاد کرواتیں ''میں جھوٹ کبھی نہ بولوں گا''، ''میں گالی کبھی نہیں دوں گا''۔ ایک صبح میرے اباجان مجھے ملنے چچی کے گھر آئے تو چچی نے کہا میں نے آپ کے بیٹے کو ایک سبق یاد کروایا ہے، سُن لیں۔ لہٰذا میں نے اپنے ابا کو یہ سبق سنا دیا۔ وہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ '' کہ بیٹا اگر تم یہ سبق ساری عمر یاد رکھنے کا وعدہ کرو اور بے شک سارے گھر کو آگ لگا دو تب بھی میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا'' پھر میرے اباجان نے کس طرح ساری عمر اس سبق کو یاد رکھا اُن کی زندگی کے بے شمار واقعات ہیں۔

1964ء میں مَیں لندن آ گئی اور میرا اپنے ابا کے ساتھ خط و کتابت کا ایک سلسلہ جاری رہا جو چودہ سال پر محیط ہے۔ آپ مجھے ''A4'' کے کاغذ پر چار چار صفحوں کا خط لکھا کرتے تھے اور میرے کہنے پر اپنی زندگی کے نادر واقعات مجھے لکھا کرتے ہر ہفتے ایسے ایک خط کا مل جانا میری زندگی کی معراج تھی۔ میں نے اپنے باپ کے سینکڑوں خط سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔ انہی خطوط میں سے مَیں بعض واقعات آپ کو بتاؤں گی۔ اباجان کی وفات 1979ء میں 92 سال کی عمر میں ہوئی۔ زندگی کے آخری دو ایک سالوں میں وہ مجھے نظر کی بہت کمزوری کی وجہ سے خط نہیں لکھ سکے جس کا مجھے ہمیشہ بہت دُکھ رہتا ہے۔ اباجان کی انگلش اور اُردو دونوں ہینڈ رائٹنگز پرنٹ کی حد تک خوبصورت تھیں۔

اب مَیں جو کچھ ورطہ تحریر میں لانے کی کوشش میں ہوں یہ میرے ذہن میں محفوظ یادداشتیں، یا اباجان کے خطوط میں پڑے ہوئے واقعات یا اُن سے زبانی سنی ہوئی باتیں ہیں۔

اباجان سنایا کرتے تھے ''میرے ابا کو بہت شوق تھا کہ مَیں تعلیم حاصل کروں لیکن ہمارے گاؤں کے قریب کوئی اسکول نہیں تھا۔ چند میل کے فاصلہ پر مجیٹھ کے قریب انگریزوں نے ایک اسکول کھولا تھا لیکن وہاں تک چل کر جانا بہت مشکل تھا کیونکہ میری عمر اُس وقت پانچ چھ سال کے قریب تھی۔ میرے باپ کی اس خواہش کو سن کر میری اکلوتی پھوپھو نے یہ ڈیوٹی اپنے ذمہ لی کہ وہ مجھے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اسکول چھوڑ کر آیا کریں گی اور واپس بھی لایا کریں گی۔ لہٰذا میرا اسکول میں داخلہ کروا دیا گیا۔ میری پھوپھو بہت صحت مند اور طاقتور تھیں۔ بہت چھوٹی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں، اپنے چھوٹے چھوٹے تین بیٹے تھے انہیں گھر چھوڑ کر تقریباً تین چار سال تک یہ ڈیوٹی نبھائی۔ میرے علاوہ میری تختی اور کتابوں کا بیگ بھی کمر پر لاد لیا کرتی تھیں۔ دس گیارہ سال کی عمر کو پہنچ کر اب میں خود بھی اُن کے ساتھ پیدل چل لیا کرتا تھا لیکن وہ مجھ سے اتنا پیار کرتی تھیں کہ بار بار مجھے کندھوں پر لاد لیا کرتی تھیں کہ میرا بھتیجا کہیں تھک نہ جائے۔ پھوپھو مردوں کی طرح بہادر تھیں۔ گاؤں میں پھوپھو کی بہت عزت تھی جب میں نے اسکول سے پرائمری کا امتحان بہت اعلیٰ نمبروں میں پاس کر لیا تو امرتسر کے مشنری اسکول میں میرا داخلہ کروا دیا گیا۔ جس کے ساتھ ہی رہائش کا انتظام یعنی ہوسٹل بھی تھا۔ میرے ابا نے تعلیم کی خاطر یہ جدائی منظور کر لی۔ پھوپھو خوش تھیں کہ میرا بھتیجا بڑا آدمی بنے گا۔ میں نے بہت شوق اور محنت سے دعاؤں کے ساتھ یہاں اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ چچی نے چھ سال کی عمر سے پانچ وقت نمازوں کا عادی بنا دیا ہوا تھا اور قرآن کریم ناظرہ بھی انہی کے ساتھ ختم کر لیا تھا۔ بہت صحیح تلفظ کے ساتھ تلاوت کیا کرتی تھیں۔ مَیں اپنی کلاس میں ہمیشہ اوّل آتا، بلکہ علیحدہ علیحدہ ہر سبجیکٹ میں میری اوّل پوزیشن ہوتی۔ سات سال کی عمر میں میں نے شیخ سعدی کی گلستان، بوستان زبانی یاد کر لی تھی۔ امرتسر سے چھٹیاں گزارنے گاؤں جایا کرتا، اسی طرح زندگی کے ماہ و سال گزرتے رہے۔ اور میں ایک صحت مند نوجوان بن گیا۔

ظہورِ مہدی کا انتظار اور اُن کو دیکھنے کی خواہش

میرے ابا ایک مذہبی اور علم دوست انسان تھے۔ اگرچہ قرآن مجید ناظرہ کے علاوہ کچھ بھی پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن مسیح اور مہدی کی بات ضرور کیا کرتے تھے کہ وہ آنے والا ہے، میں جب کبھی امرتسر کالج سے گاؤں آتا تو ہل چلا کر اپنے کھیتوں کو پانی ضرور دیا کرتا تھا۔ ایسے ہی ایک مرتبہ رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد کے بعد میں گدھی پر بیٹھا ہل چلا رہا تھا، عادتاً دعاؤں میں مصروف تھا کہ مَیں نے ایک غیر معمولی سی روشنی دیکھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا پھر وہ غائب ہوگئی۔ اُس وقت مجھے اپنے باپ کی بات یاد آئی کہ مہدی آنے والا ہے۔ میں نے دُعا کی کہ ''اے اللہ مجھے مہدی ضرور دکھا دینا''

اُس زمانے میں انگریز اکثر جگہوں پر تعمیرات کا کام کروا رہے تھے۔ مَیں بھی جب کسی اونچی عمارت کو بنتے دیکھتا تو جی میں آتا کہ مَیں بھی کوئی اُونچی عمارت تعمیر کراؤں گا۔ بلڈنگ انجینئر بنوں گا۔ جب میں نے اپنے ابا سے اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے بخوشی مجھے لاہور پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ آرکیٹیکٹ میں داخلہ دلوا دیا۔ میرا دو تین سال کا کورس تھا لہٰذا میں لاہور آ گیا۔ اُن دنوں رہائش کے لئے سرائیں ہوتی تھیں جن میں معمولی سے اخراجات کے ساتھ لوگ رہ سکتے تھے۔ ہوٹلوں کی طرح مہنگی نہیں ہوتی تھیں۔ لوگ اپنا کھانا وغیرہ خود بنا لیتے تھے۔ لہٰذا میں نے یونیورسٹی سے کافی دور راوی کے قریب ایک سرائے میں رہنا شروع کر دیا۔ اپنا کھانا پکا کر ٹفن کیریر میں ڈال لیتا اور سائیکل پر سوار ہو کر یونیورسٹی پہنچ جاتا۔ دوپہر کو کچھ وقفہ ملتا تو اپنا کھانا لے کر نکلتا مال روڈ پر چلتے ہوئے ہائی کورٹ کے بالکل سامنے ایک خوبصورت گھاس والے پلاٹ میں آتا، یونیورسٹی سے وضو کر کے نکلا کرتا تھا۔ یہاں پہنچ کر اپنی نماز ظہر و عصر اکٹھی ادا کرتا، پھر کھانا کھا کر واپس یونیورسٹی لوٹ جاتا۔ فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے چند منٹ میں اپنے کلاس روم میں پہنچ جاتا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی زیارت و ملاقات

زندگی اسی طرح گزرتی چلی جا رہی تھی۔ مَیں اسی گراسی پلاٹ کا عادی ہو چکا تھا۔ اچانک ایک روز میں نے دیکھا کہ انتہائی نورانی چہرے والے ایک بزرگ اُس گھاس والے میدان میں موجود ہیں اور چند اور بزرگ شخصیتیں بھی اُن کے ساتھ ہیں۔ میں بہت دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر کھانا کھایا اور مسلسل اُن سب کو دیکھتا رہا۔ اُٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن کلاس سے لیٹ ہو جانے کے خوف سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اگلے دن پھر جب وہاں آیا تو اُس بزرگ شخصیت کو بمع اپنے احباب کے وہاں موجود پایا۔ اُن سب نے مل کر نماز باجماعت پڑھی اور کچھ وقت آپس میں محو گفتگو رہے۔ مجھے اُٹھ کر اُن کی محفل میں جا شریک ہونا خلافِ آداب لگ رہا تھا لیکن دل تھا کہ اُدھر ہی کھنچا چلا جا رہا تھا۔ بادلِ نخواستہ اُٹھنا پڑا کیونکہ کلاس کا ٹائم ہونے والا تھا۔ آج تیسرا دن تھا اور مَیں اُس بزرگ شخصیت کو دیکھنے کے لئے بیتاب اُس گراسی پلاٹ کی طرف بھاگ رہا تھا اور دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو آج اُن کے قریب ضرور بیٹھوں گا، جب میدان میں داخل ہوا تو دُور سے اُنہیں دیکھ لیا وہ بزرگ ابھی بیٹھے نہیں تھے بلکہ سب لوگ کھڑے تھے میں بھاگ کر قریب پہنچا اور ڈرتے ڈرتے السلام علیکم کہہ کر اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اُس بزرگ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا بلکہ مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا اور کافی دیر چھوڑا نہیں۔ مَیں اندر ہی اندر خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور مَیں نے خود کھینچ کر اپنا ہاتھ چھڑوا لیا۔ پھر وہ لوگ بیٹھے تو میں بھی اُن کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اُن سب نے باجماعت نماز کی تیاری کی تو میں اُن کے ساتھ باجماعت میں نماز شامل ہوگیا۔ ظہر، عصر کی

جمع نماز، باجماعت اُن کے ساتھ ادا کی بلکہ اُس بزرگ کی گفتگو بھی سُنی ۔ پھر کھانا کھائے بغیر یونیورسٹی کی طرف لوٹا اور راستہ میں یہ سوچتے آرہا تھا کہ آج کل یونیورسٹی میں مہدی کی آمد کا بہت شہرہ ہے۔ لوگ اکثر باتیں کرتے ہیں کہ وہ کسی جگہ قادیان میں آ گیا ہے۔ وہ میرا فائنل ایئر تھا اور امتحان قریب تھے، اپنے ابا سے بھی مہدی کے بارے میں سنا ہوا تھا لہٰذا مَیں نے سوچا کہ امتحان سے فارغ ہو کر مہدی کی تلاش میں قادیان ضرور جاؤں گا اگر مہدی مجھے پسند آیا تو اُس کی بیعت کرلوں گا ورنہ لاہور واپس آ کر اس بزرگ کو تلاش کر کے اُس کی بیعت کروں گا۔ کیونکہ ایسا نورانی چہرے والا بزرگ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ اسی میں امتحان کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ پھر اُن بزرگ کو بھی وہاں نہیں دیکھا۔ امتحان کے بعد واپس اپنے گاؤں چلا گیا اور کچھ عرصہ بعد اپنے ابا کو لاہور جانے کا کہہ کر مہدی کی تلاش میں نکلا۔ امرتسر پہنچ کر قادیان پہنچنا آسان کام نہیں تھا یہ سفر کیسے کیسے اور کس طریقے سے طے کیا یہ میرا شوق اور میرا خدا جانتا ہے قادیان میں داخل ہوا تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ پوچھتے پوچھتے مسجد پہنچا۔ نماز کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے ایک عمر رسیدہ بزرگ سے پوچھنے کی جرات کی کہ مَیں مہدی سے ملنے آیا ہوں وہ کہاں ملیں گے۔ انہوں نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا کہ اُن کا تو وصال ہو چکا ہے اور تھوڑی دیر میں اُن کے جانشین حضرت خلیفہ نورالدین صاحبؓ نماز پڑھائیں گے۔ میرا دل بجھ سا گیا مَیں نے پوچھا کہ ان کی کوئی تصویر نہیں؟ قریب ہی کسی شخص نے میری بات سن کر ایک کتاب پر پرنٹ شدہ ان کی تصویر مجھے دکھائی۔ مَیں نے تصویر کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہیں میں لاہور کے ہائی کورٹ کے سامنے والے گراسی پلاٹ میں تین دن مسلسل دیکھا اور ان کے پیچھے نماز ظہر، عصر ادا کی اور مصافحہ کی سعادت پائی، تو کیا یہی امام مہدی تھے؟ مَیں ان کی بیعت سے محروم رہ گیا۔ غم سے میرا دل گویا پھٹ گیا۔ مَیں ہچکیاں لے کر رونے لگا۔ یوں لگتا تھا کہ مَیں غم سے بے ہوش ہو جاؤں گا۔ کچھ لوگوں نے میرے اس غم کی وجہ پوچھی تو میں نے تمام روئیداد سنادی۔ اتنی دیر میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ بھی تشریف لے آئے کچھ لوگوں نے میرے ارد گرد مجھے بے قراری کے عالم میں روتے دیکھا تو وجہ پوچھی۔ کسی نے جلدی جلدی سب کچھ بتا دیا حضرت خلیفہ اوّلؓ میرے قریب آئے۔ میرے کندھوں پر پیار سے تھپکی دیتے ہوئے مجھے اپنے قریب کر لیا اور کہا ’’میاں روتے کیوں ہو تم تو صحابہ میں شامل ہو‘‘ یہ مژدہ سننے کے بعد میں نماز مغرب میں شامل ہو گیا۔ چند دن قادیان میں ٹھہرا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی بیعت

بہت کچھ معلوم کرنے کے بعد حضور اقدس خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی بیعت کی اور خوشی خوشی اپنے گاؤں واپس آیا کہ جلد اپنے ابا کو بتاؤں کہ میں نے امام مہدی کو پالیا ہے اور میں اُن کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ بھی جلد تیار ہو جائیں میں آپ کو قادیان لے چلوں۔

والد کی سخت مخالفت

باپ نے جب یہ سُنا تو غصہ سے اپنی لاٹھی اٹھائی اور کہا تم کافر ہو کر آ گئے ہو۔ جلدی توبہ کرو ورنہ میں مار مار کر تمہارا بُرا حال کر دوں گا۔ مَیں نے کہا ابا! آپ خود ہی تو کہا کرتے تھے کہ امام مہدی آنے والا ہے۔ اب میں نے ڈھونڈ لیا ہے تو آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں؟ ابا کی ایک ہی رٹ تھی کہ فوراً توبہ کرو۔ مَیں نے زندگی میں پہلی بار اپنے باپ کو غصہ میں جواب دیا کہ آپ جو مرضی کر لیں، میں توبہ کرنے والا نہیں۔ باپ نے لاٹھی اُٹھا کر مجھے مارنا شروع کیا۔ مار مار کر مجھے لہولہان کر دیا۔ میں اُن کا وہ پیارا اور اکلوتا بیٹا جسے ابا نے کبھی زندگی بھر ڈانٹا بھی نہیں تھا اور آج اس کی یہ درگت تھی کہ دیکھنے والے پریشان ہو رہے تھے۔

جب مَیں نے بار بار توبہ کرنے سے انکار کیا تو ابا نے میرے جوتے، کپڑے اُتروا لئے اور صرف ایک بڑی چادر میری طرف پھینکتے ہوئے کہا کہ یہ لو اور فوراً گھر سے نکل جاؤ۔ مجھے مجبوراً گھر سے نکلنا پڑا۔ مَیں نے اپنی پیاری، اکلوتی پھوپھو کے گھر جا کر پناہ لی، وہ بھی میرا یہ حال دیکھ کر بہت پریشان ہوئیں۔ اپنے بیٹوں میں سے کسی کے کپڑے مجھے پہنائے، کھانا وغیرہ کھلایا، مجھے گلے لگایا بہت روئیں کہ بیٹا ابا کا کہا مان لو، ان کے بیٹوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔ مَیں کچھ دن پھوپھو کے گھر چھپا رہا۔ پھر ہمت کر کے باپ کے پاس آیا اور امام مہدی کے بارے میں بتانا چاہا لیکن انہوں نے پھر اپنی لاٹھی اٹھالی، مجھے بہت مارا لیکن اتنی سختی سے نہیں کہ خون نکلے پھر سے گھر سے نکلنے کا حکم سنا دیا۔ میں مجبوراً پھر نکل گیا۔ ہفتے ڈیڑھ ہفتے کے بعد پھر باپ کو سمجھانے کے لئے گیا کہ شاید اب اُن کا دل نرم ہو گیا ہو اور میری بات سُن لیں لیکن اس مرتبہ انہوں نے چند ایک تھپڑ مارنے کے بعد آخری حکم سنا دیا کہ نکل جاؤ اور پھر مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ گاؤں میں بھی بات مشہور ہو گئی تھی اور سب طرف سے یہ آوازیں آرہی تھیں کہ چوہدری کالو کا بیٹا فضل الدین کافر ہو گیا ہے۔ اس سے بچ کر رہنا۔ اب گاؤں میں میرا ٹھہرنا ناممکن تھا۔ پھوپھو نے مجھے کچھ رقم دی اور کہا کہ بیٹا! کہیں نکل جاؤ۔ زندگی ہوئی تو پھر ملیں گے اب میں تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔

گھر بدری

مَیں نے ایک بیگ خریدا اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں اس میں رکھیں۔ مجیٹھ پہنچ کر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پیدل چلنا شروع کر دیا، کوئی منزل نہیں تھی، دن کے وقت نمازوں کے اوقات میں نمازیں پڑھ لیتا، کہیں سے کچھ نہ کچھ لے کر کھا لیتا اور چلتا رہتا۔ راتوں کو کہیں نہ کہیں اللہ کی زمین پر آرام کر لیتا۔ کہیں نہ کہیں لوگ مزدوری کرتے نظر آتے تو ان کے ساتھ مل کر مزدوری بھی کر لیتا۔ انگلش حکومت تھی، انگریزوں کا زمانہ تھا۔ راستے پُرامن تھے کوئی ڈر نہیں تھا۔ کہیں بیٹھ کر اللہ سے باتیں کرتا اور دعاؤں کے سہارے پھر آگے چل پڑتا۔ بہت دنوں کے پیدل سفر کے بعد سوچا کہ وہ رستہ اختیار کروں جو ملتان لے جائے، اس زمانے میں ملتان بے شمار اولیاء اللہ کی قبروں اور مزاروں کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ مَیں بھی وہاں پہنچ کر کسی ولی اللہ کے مزار پر اپنے لئے دعا کرنی چاہتا تھا۔ آخر چلتے چلتے میں وہاں پہنچ گیا۔ کچھ دن وہاں ٹھہرا، دعائیں بھی کیں لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جاؤں۔ بہت جگہوں پر محنت مزدوری کر کے کچھ رقم جمع کر لی۔ ایک دن ریلوے اسٹیشن پر آیا کہ اب بذریعہ ٹرین واپس امرتسر چلتا ہوں اسٹیشن پر ایک شخص کو انگلش اخبار بیچتے دیکھا تو اس سے اخبار خرید لی اور پڑھنے لگا۔ اچانک نظر پڑی ایک صفحے پر پنجاب یونیورسٹی کے طلباء کے نتائج درج تھے۔ آرکیٹیکٹ کے طلباء کے ناموں کی لسٹ پر نظر پڑی تو میرا نام بھی ان میں درج تھا اور مَیں فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے وہیں شکرانے کا سجدہ کیا اور واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

کامیابیوں کی طرف پہلا قدم

اگلے دن اپنے لئے بہترین کوٹ، پینٹ اور جوتے خرید لئے، اپنے قلم سے انگلش میں ملازمت کے لئے درخواست لکھی اور ساتھ وہ اخبار لیا جس میں میرا رزلٹ چھپا ہوا تھا۔ پوچھتے پچھاتے وہاں جا پہنچا جہاں انگریز افسروں کے بڑے بڑے دفاتر تھے۔ بغیر سوچے سمجھے ایک انگریز افسر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ چپراسی نے دروازہ کھولا، مجھے بہترین کوٹ، پینٹ میں ملبوس دیکھ کر بغیر کچھ کہے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ اندر ایک گراں ڈیل، خوبصورت انگریز کرسی پر براجمان تھا۔ اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور آنے کی وجہ پوچھی، انگلش زبان پر مجھے کافی عبور تھا، میں نے اسے بتایا کہ میں یہاں کا باشندہ نہیں صرف ضرورت مند ہوں حال ہی میں میرا رزلٹ آؤٹ ہوا ہے، مَیں نے اخبار اس کے سامنے رکھی اور ملازمت کے لئے لکھی ہوئی درخواست بھی سامنے رکھ دی۔ اس نے دوبارہ حیرت سے مجھے سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا اور پوچھا یہ درخواست تم نے خود لکھی ہے؟ مَیں نے جواب دیا سر اگر درست نہیں تو اسے پھاڑ دیں میں دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں! ایسی بات نہیں تم نے بہت اچھی لکھی ہے اور تمہاری رائٹنگ بہت خوبصورت ہے۔ اس وقت جاؤ کل پھر اسی وقت میرے پاس آنا۔ مَیں دُعاؤں میں مصروف رہا اور اگلے دن پھر وہاں پہنچ گیا۔ میری سروس کا آرڈر لکھا جا چکا تھا، اور مجھے محکمہ M.E.S میں بہترین ملازمت مل چکی تھی جسے میں نے اسی ہفتے جوائن کر لیا۔ تنخواہ بھی بہت معقول تھی۔ رہنے کے لئے وقتی طور پر ایک جگہ کرایہ پر لے لی۔ زندگی معمول پر آ گئی لیکن گھر اور باپ کی یاد جینے نہیں دے رہی تھی۔ کچھ ماہ محنت سے کام کیا، کافی رقم جمع ہو گئی۔ اس دوران باپ کو کوئی خط نہیں بھیجا۔ آخر دو ہفتے کی چھٹی لے کر باپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔

والد صاحب کی بیعت اور جماعت میں شمولیت

بہت دعاؤں کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوا۔ باپ سے ملا، عزیزو اقارب سے ملا، باپ نے پیار سے گلے لگایا۔ مہدی کی کوئی بات نہ اُنہوں نے کی نہ مَیں نے۔ رات کو سونے سے پہلے مجھے کہا کہ فضل الدین! مجھے قادیان لے چلو، مَیں خود جا کر دیکھنا چاہتا ہوں۔ مَیں نے دل میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دو ایک روز ہی میں باپ کو لے کر قادیان پہنچ گیا۔ میرے ابا نے بہت سے لوگوں سے بات چیت کی بلکہ بہت سے لوگوں کو دوست بھی بنالیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر جا کر متعدد بار دعا بھی کی۔ احمدیت کی نعمت کو پا کر اور بیعت کی سعادت حاصل کر کے واپس گاؤں چلنے کو کہا۔ ہم دونوں واپس آ گئے ۔ ہم دونوں پر لوگوں کی انگلیاں اُٹھنے لگیں۔ ابا تو چونکہ گاؤں کی معزز شخصیت تھے اس لئے ان کے منہ پر تو ابھی لوگ کچھ نہیں کہتے تھے لیکن مجھ پر تو آتے جاتے کافر کافر کے آوازے کسے جاتے تھے۔ عزیز و اقارب بولنے کے لئے تیار نہیں تھے ۔ لہٰذا مَیں واپس اپنے کام پر آ گیا۔ کچھ عرصہ بعد میری تبدیلی ہوگئی اور ملتان سے مجھے فرنٹیئر کے علاقہ ''تخت بھائی'' بھیج دیا گیا جہاں محکمہ آرکیولوجی کل کے تحت کام ہو رہا تھا۔ کچھ کھنڈرات دریافت ہوئے تھے اور مہاتما بدھ کے مجسمے برآمد کئے جا رہے تھے۔ یہ 1912ء کی بات ہے۔ میرا دل بہت اداس تھا۔ مَیں نے ''تخت پائی'' کی ایک پہاڑی کی بلند چوٹی پر بیٹھ کر ایک نظم کہی۔

شاعری

مکرم چوہدری فضل الدین بہت اچھے شاعر بھی تھے ۔ اردو، فارسی اور ہندی پوربی زبان میں بہت اچھے اشعار کہتے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق میں ایک طویل نظم بھی لکھی جن کے دو اشعار درج ذیل ہیں:

قادیان کی یاد میں

؎ میرے پیا دیدار دکھاوت ہیں
میں تو گئی دیدار سے بالکل ہی
ناہیں دوش سیاں تجھے دیوت ہوں
رہی غیر کے سنگ خود مل جل ہی

یعنی: اے میرے محبوب! تُو تو اپنے جلوے دکھا رہا ہے۔ میں خود ہی اتنی دور آ گئی ہوں کہ تیرے جلوں سے محروم ہوگئی ہوں۔ اے میرے محبوب! اس بات کا ذمہ دار تو نہیں مَیں خود ہی یہاں غیر لوگوں میں آ گئی ہوں۔ غیروں سے مل جل کر رہنے لگی ہوں۔

؎ پڑی بھنور میں غوطے کھاوت
ہوں، ندی نفس امارہ ٹھاٹھت ہے
تری آس ہی پار کرے مولا ، ناہیں
''نیا'' یہاں اور نہ ''پُل'' ہی

یعنی: نفس امارہ کی ندی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی بہہ رہی ہے اور اس میں غوطے کھا رہی ہوں ۔ بھنور میں پھنسی ہوئی ہوں ۔ اے اللہ ! تجھ ہی سے امید ہے وگرنہ پار جانے کے لئے یہاں نہ کوئی کشتی ہے اور نہ پُل۔ خشکی، تری کے دونوں رستے موجود نہیں ۔

میرے اباجان نوجوانی کی عمر سے ملازمت اختیار کر کے 1939ء تک محکمہ M.E.S سے ہی وابستہ رہے مختلف شہروں میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اباجان کی پہلی شادی اپنے گاؤں کے رشتہ داروں میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور تین بیٹوں سے نوازا۔ دوسری شادی اس وقت کی جب آپ مردان میں تھے ۔ یہ میری امی تھیں، ہم چار بھائی اور تین بہنیں تھیں ۔

1939ء میں جب دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو اباجان ملٹری میں بھرتی ہو کر چلے گئے ۔ اس وقت آپ جالندھر چھاؤنی میں رہتے تھے ۔ ملٹری میں جانے کے بعد آپ ہمیشہ برما اور آسام کی طرف ہی رہے جہاں جنگ اپنے عروج پر تھی ۔ 1945ء میں جنگ ختم ہونے کے بعد ہمیں اپنے حالات سنایا کرتے تھے کہ کن کن مشکلات سے گزرے ہیں ۔ ایک واقعہ بیان کرتی ہوں ۔

نماز کی برکت

اباجان بتاتے تھے کہ برما بارڈر پر جنگ اپنے زوروں پر تھی۔ روزانہ وقت بے وقت بمباری ہوتی اور سینکڑوں انڈین فوجی موت کا شکار ہو جاتے۔ ایک روز ہمیں اپنے علاقے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کیمپنگ کا آرڈر ملا۔ میرے انڈر کام کرنے والے کچھ مسلمان سپاہی پیدل مارچ کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ مَیں نے سب سے کہا کہ یہاں رُکتے ہیں اور نماز پڑھ کر آگے چلیں گے ۔ ایک دم سائرن بج گیا اور دشمن کے جہاز آسمان پر منڈلاتے نظر آنے لگے۔ مَیں نے نماز شروع کر لی اور کچھ ساتھی میرے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے اور باقی یہ کہہ کر آگے بھاگ گئے کہ یہ نمازی آج ہمیں مروا دیں گے ۔ دشمن نے ہمارے سروں پر سے گزر کر کچھ آگے جا کر بم گرائے۔ اور پھر اُن کے جہاز غائب ہو گئے ۔ ہم اطمینان سے نماز ختم کر کے جب آگے پہنچے تو دیکھا کہ ہمارے وہ ساتھی جو ہمیں چھوڑ کر بھاگ آئے تھے سب موت کا شکار ہو چکے تھے۔ ہم سب نے جو اللہ کے فضل سے بچ گئے تھے اپنے ساتھیوں کی میتوں کو زمین میں دفن کیا اور آگے چل پڑے ۔

1945ء میں خدا کے فضل و کرم سے اباجان کے دو بڑے بیٹوں نے اس جنگ میں حصہ لیا تھا ۔ اباجان کے پاس اس جنگ میں جیتے ہوئے بے شمار میڈل اور تمغے تھے ۔ ۔ الحمد للہ ، اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو کیسے کیسے نوازا ہوا ۔

قادیان میں قیام

اباجان جنگ ختم ہونے کے بعد واپس آئے تو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ملنے قادیان گئے اس وقت ہم تین بہن بھائیوں کا بہت بچپن کا زمانہ تھا۔ حضور نے اباجان کو یہ خدمت سونپی کہ آپ قادیان آ جائیں اور ٹاؤن کمیٹی قادیان کے ساتھ وابستہ ہو کر تعمیر کا کام کروائیں اور اپنا پرائیویٹ تعمیر کا کام بھی کر لیا کریں ۔ لہٰذا اباجان ہم سب کو لے کر 1946ء میں قادیان آ گئے ۔ ہمیں اپنے باپ کی قربت نصیب ہوئی ۔ جس گھر میں ہم رہ رہے تھے وہ کرایہ کا بہت بڑا مکان تھا لیکن پھر بھی ابا نے اسے بہت اچھے طریقے سے ڈیکوریٹ کرلیا۔ سب سے پہلے اپنی لائبریری کے لئے ایک کمرہ مخصوص کیا تھا جس میں تھوڑے ہی وقت میں سینکڑوں کتابیں الماریوں میں نظر آنے لگیں ۔ مجھے ابا کا یہ کمرہ بہت پسند تھا۔ میرے ابا ایک علم دوست انسان تھے ۔ قادیان آ کر بہت سے احمدیوں کے گھروں کی تعمیر کروائی ۔ خوبصورت بلڈنگ بنوائیں ۔ بہرحال دیکھتے ہی دیکھتے 1946ء ختم ہو گیا اور 1947ء میں پاکستان وجود میں آ گیا۔ ہمیں قادیان سے نکلنا پڑا۔ پاکستان آ کر ہمارا پیارا مرکز تعمیر ہونا شروع ہوا تو اباجان حضور اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پہنچ گئے سرزمین ربوہ کا سروے ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ جس کے شروع کرنے کی اولین سعادت میرے اباجان فضل الدین صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نصیب ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 133)

ربوہ کی تعمیر میں خدمات

اس کے بعد میرے اباجان نے ربوہ کی تعمیر میں اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ گزارا۔ سب سے پہلے کچی آبادی تعمیر کروانے میں تو زیادہ حصہ ان کا رہا اس کے بعد بڑی بڑی عمارات تعمیر کروائیں۔ مجھے یاد ہے کہ شدید گرمی میں سائیکل پر سوار ہو کر عمارتوں کے سروے پر نکل جایا کرتے تھے۔ 77 سال کی عمر تک ایسی ہی محنت کی پھر تعمیر کا کام چھوڑ دیا اس طرح ربوہ کے سب سے پہلے اوورسیئر ہونے کی سعادت میرے اباجان کو نصیب ہوئی۔ الحمد للہ ۔

1947ء کو قادیان میں میرے اباجان نے ایک خواب دیکھا کہ وہ ایک کیلا چھیل رہے ہیں اور اس کے اندر جو ایک باریک سی جھلی ہوتی ہے اُسے نوچ کر اُتارنا شروع کرتے ہیں تو زمین پر ڈھیر لگ جاتا ہے لیکن جھلی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ آپ نے یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضور کی طرف سے جواب آیا کہ آپ زندگی میں ایک ایسا کام کریں گے جو "Everlasting" ہوگا۔ پاکستان آنے کے بعد حضور اقدس کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے لاہور میں آپ دن کا اکثر حصہ جائے نماز پر بیٹھے کچھ سوچتے رہتے تھے ۔ ایک شام آپ بہت خوش نظر آئے اور ہم سب کے پوچھنے پر ہمیں بتایا کہ جو خواب میں نے قادیان میں دیکھا تھا اس کی تعبیر مجھے مل گئی ہے وہ اس طرح کہ خواب میں جھلی، کیلا کے اندر سے نکلی تو جب دعا کے ساتھ میں لفظ ''کیلا اندر'' پر غور کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے لفظ کیلنڈر بتایا۔ اب مَیں ان شاءاللہ تعالیٰ ایسا کیلنڈر ایجاد کروں گا جو Everlasting ہوگا۔ پھر میرے اباجان نے انتہائی

محنت سے وہ کیلنڈر تیار کیا جس کے بارے میں یعنی ’’فضل عمر ہجری شمسی تقویم (چودہ کیلنڈر) ‘‘ کے متعلق تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 25 تا 26 پر ریویو چھپ چکا ہے۔ گویا کیلنڈر تاریخی بن گیا ہے جس کی وجہ سے میرے ابا کا نام تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ انہی صفحات پر کلینڈر کی تعریف کے بارہ میں لکھا ہے ’’ایک نہایت کٹھن، دُشوار، محنت شاقہ اور دیدہ ریزی کے بعد فضل عمر ہجری شمسی کے نام سے ایک مستقل تقویم شائع ہوئی اور اس مشقت طلب کام کا بیڑا اوور سئیر فضل الدین کمبوہ نے اُٹھایا۔ اس کیلنڈر میں عیسوی تاریخوں کو ہجری تاریخوں میں بدلنے اور ہجری تاریخوں کو عیسوی تاریخوں میں بدلنے کے بے شمار طریقے ہیں۔ اور یہ طریقے ہمیشہ کے لئے ہیں۔‘‘

وفات سے چار سال پہلے

1975ء کو ایک خط میں مجھے لکھا۔ پیاری بیٹی! مَیں تمہارے خط کا جواب جلدی نہیں دے سکا کہ مَیں کتاب ’’واقعات اسلامی کی حقیقی تاریخ‘‘ کا مسوّدہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی اجازت سے لکھ رہا تھا جو فضل عمر فاؤنڈیشن کے صدر ہیں۔ ساتھ ہی لکھا کہ مَیں نے چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی کتاب ’’تحدیثِ نعمت‘‘ کی پروف ریڈنگ بھی کی تھی۔

بیعت کر لینے کے بعد پہلا الہام

’’ھُوَالرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِہٖ۔ مَیں نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بے شمار نشانات دیکھے ہیں۔ ایک مرتبہ مردان میں جبکہ M.E.S میں کام کرتے ہوئے مجھے 20 سال گزر چکے تھے میرا ایک انگریز ساتھی ترقی کرتے ہوئے میجر جنرل کے عہدے پر پہنچ چکا تھا۔ میرے ریکارڈ سے بہت اچھی طرح واقف تھا لیکن ہندو اوور سئیر ز ہمیشہ میرے دشمن رہے کیونکہ میں انہیں رشوت لینے سے منع کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جلسہ سالانہ پر قادیان گیا ہوا تھا انہوں نے میرے خلاف اسکیم بنائی اور میرے آفس سے سرکاری سامان کی چند مشینیں کم کروادیں جن کی قیمت اس وقت کے مطابق ہزاروں ہزار روپیہ تھی۔ مَیں نے واپس آ کر مشینوں کو کم پایا تو S.D.O کو رپورٹ کی وہ بھی ہندو ہی تھا لیکن میرا قدر دان تھا تفتیش شروع ہوئی۔ لمبا وقت لگا، بے شمار پیشیاں ہوئیں کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ سب کا خیال تھا پکڑا جاؤں گا۔ آخر مسلمان تھانے دار سرور خان میرے ہندو S.D.O سے ملا اور کہا کہ آپ کا اوور سئیر فضل الدین شریف آدمی ہے اسے کہو یہ ہندو اوور سئیر کا نام لگادے جس پر سب شبہ بھی کر رہے ہیں۔ میرے ساتھ کام کرنے والے ماتحت ستّر لوگ مل کر گم شدہ سامان کی قیمت ادا کرنے کو تیار تھے۔ مَیں نے اُن کو تسلی دی گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر ایک دن چار انگریز افسروں کا بورڈ بیٹھا۔ گھنٹی بجی مجھے اندر بلایا گیا۔ صدر نے مجھ سے سوال کیا کہ، کیا تمہارا کوئی گواہ ہے کہ تم نے خود یہ کام نہیں کیا؟ اور کیا تمہیں کسی پر شبہ ہے؟ مَیں نے جواب دیا نہ تو میرا کوئی گواہ ہے اور نہ کسی پر شبہ ہے۔ میرا انگریز میجر جنرل غصے میں کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بورڈ کے انگریز افسروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا ’’کیا تم نے کبھی کوئی بے وقوف آدمی دیکھا ہے‘‘ اس اوور سئیر فضل الدین کو دیکھو۔ ہم اسے چھوڑنا چاہتے ہیں اور یہ خود پھنستا ہے۔ اور مجھے انتہائی غصہ میں کہا ’’Get Out of the room‘‘ کمرے سے نکل جاؤ۔ مَیں چپکے سے باہر آ گیا۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ اس مقدمے کا کیا بنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بری کر کے باہر نکال دیا بعد میں برسوں وہاں کام کیا ہر شخص مجھے عزت اور احترام سے دیکھتا تھا۔ پیارے خدا کی شان نظر آتی ہے وہ کیسے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے اور بڑی سے بڑی آفت کو ایک پھونک سے اڑا دیتا ہے۔

میرے اباجان ایک خط میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ مجھے عزت کی زندگی دے گا اور عزت کی موت دے گا۔ مَیں نے مسیح زمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آپ کی اقتداء میں ظہر، عصر کی جمع نمازیں ادا کی ہیں اور ایک مختصر بات چیت نبوت پر سنی ہے۔ مَیں اپنی لاکوں کی ’’کمبوہ‘‘ قوم میں سے سب سے پہلے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا۔ پھر میرے والد صاحب، چچا اور دادا نے احمدیت قبول کی اس کے بعد دیگر رشتہ داروں نے مردم شماری کے لحاظ سے بڑوں، چھوٹوں کی تعداد 400 سے تجاوز کر جاتی ہے۔ جنہوں نے میرے ذریعہ بیعت کی۔

ایک خط میں لکھتے ہیں کچھ عرصہ مَیں نے امرتسر میں پی ڈبلیو ڈی کے محکمہ میں بھی ملازمت کی اس زمانہ میں اس محکمے میں ہندوؤں کا بہت زور تھا۔ انگریز آفیسرز صبح 10 بجے سے چار بجے تک کام کرتے تھے۔ میرے کمرے کی چابی میرے پاس ہوتی تھی۔ مَیں صبح آٹھ بجے آ جاتا اور کام شروع کر لیتا اور ایک گھنٹہ نماز کے لئے بچا کر قریبی مسجد میں نماز کے لئے چلا جاتا۔ واپس آ کر 4 بجے تک کام کرتا۔ ہندو ہیڈ کلرک مجھے نماز کے لئے جاتے دیکھ کر انگریز ایس۔ڈی۔او سے میری غیر حاضری کی رپورٹ کرتا رہتا۔ حالانکہ میں دوسروں کی طرح سات گھنٹے کام کرتا تھا۔ ایک دن انگریز ایس۔ڈی۔او۔ نے مجھے کام پر نہ دیکھا تو اسے ہندو کی بات پر یقین آ گیا اگلے دن یہ آفیسر گرمیوں کی چھٹیوں کے لئے پہاڑ پر جانے والا تھا۔ ہندو نے مجھے نوٹس دلوا دیا کہ اب انہیں میرے کام کی ضرورت نہیں اور مجھ سے چارج لے کر اسی ہندو کے کسی رشتہ دار کو دیا جائے۔ جب مجھے نوٹس ملا تو اس میں کسی شخص کا نام نہیں لکھا گیا تھا جسے میں چارج دیتا۔ نوٹس کے ذریعہ سے کوئی مجھے کام سے نہ نکال سکا۔ مَیں اپنے کام پر آتا رہا اور ساتھ ہی دوسری جگہ محکمہ ایم۔ای۔ایس میں ملازمت کے لئے درخواست دے چھوڑی۔ جب ایک ماہ بعد انگریز واپس آیا تو مجھے دیکھ کر حیران ہوا کہ تم گئے نہیں؟ مَیں نے کہا:

سر! کس کو چارج دیتا کسی کا نام نہیں لکھا گیا تھا۔ اس دوران دوسری جگہ میری درخواست منظور ہو چکی تھی اور ملازمت کا انتظام مکمل تھا۔ انگریز آفیسر ناراض تو ہوا، میری تنخواہ مجھے دے دی لیکن میری سروس کا سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر دیا۔ میں وقتاً فوقتاً اس کے آفس میں جا کر اپنی پہلی سروس کے سرٹیفکیٹ کا مطالبہ کرتا رہا۔ ایک روز وہ مجھ پر بہت بگڑا۔ کہنے لگا میں تمہیں ایسا بُرا سرٹیفکیٹ دوں گا جو تمہارے کسی کام نہیں آئے گا۔ مَیں نے جواب دیا سر! آپ جو دل چاہے لکھیں اگر اچھا ہوا تو رکھ لوں گا اور اگر بُرا ہوا تو آپ کے سامنے پھاڑ کر آپ کی انگیٹھی میں ڈال کر چلا جاؤں گا۔ بہر حال میری پہلی سروس کا سرٹیفکیٹ مجھے لینا ضروری ہے۔ اس انگریز آفیسر نے غصہ سے مجھے دیکھتے ہوئے خوبصورت A4 کا پیپر پکڑا اور لکھتا چلا گیا، مَیں اس دوران دعا میں مصروف رہا اس نے میری محنت، میری ایمانداری، پابندی وقت، کام میں مہارت غرضیکہ جو کچھ بھی کسی ملازم کی تعریف میں لکھا جا سکتا ہے سب کچھ خوبصورت رائٹنگ میں لکھتے لکھتے پورا پیپر بھر دیا اور سائن کر کے اپنی مہر لگائی اور میرے حوالے کر دیا۔ مَیں تھینک یو کہہ کر اُٹھ گیا اور اپنے دشمنوں کو وہ سرٹیفکیٹ دکھایا وہ سب شرمندہ اور حیران رہ گئے۔ مجھے اچھا سرٹیفکیٹ بھی مل گیا، تنخواہ بھی مل گئی اور اچھی ملازمت بھی مل گئی الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو کبھی ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ مَیں نے زندگی میں جو کام بھی کیا ایمانداری سے کیا۔

جالندھر چھاؤنی میں اباجان نے ایک چھوٹا سا دو کمروں کا مکان جس کے آگے برآمدہ اور بڑا سا صحن تھا، خرید کر جماعت احمدیہ کے نام رکھا ہوا تھا وہاں نماز باجماعت ہوتی تھی۔ جمعہ کی نماز ہوتی اور کبھی کبھی جلسے بھی ہوتے، مختلف مذاہب کے لوگوں کو جمع کر کے سیرت النبیؐ کے جلسے کروایا کرتے تھے اکثر میں ساتھ ہندو سیٹھ شامل ہوتے۔

میرے اباجان ایک درویش صفت انسان تھے۔ مَیں اپنے پیارے ابا کے لئے جتنا بھی لکھوں کم ہے۔ جس دن ابا کی وفات کی خبر ملی ساری رات سو نہیں سکی۔ ہاتھ میں کاغذ قلم پکڑے اس طرح سے بیٹھی کہ گویا ابا کو خط لکھ رہی ہوں۔ جب بہت تھک گئی تو قلم کو جنبش ہوئی اور مندرجہ ذیل اشعار صفحہ قرطاس پر آ گئے۔ چند شعر لکھتی ہوں:

رات تاریک ہے افسردہ ہوں تنہائی ہے
ڈھیروں خط باپ کے سینے سے لگا رکھے ہیں
جانتی ہوں تری پاکیزہ و سادہ سی حیات
تھی اگر کچھ تو فقط خدمتِ دیں کے جذبات
تیری اولاد بھی ہو اس میں برابر کی شریک
مجھ کو بھی اس کا ہے احساس یقیناً ہر دم

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں۔ اللہ میرے والدین کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں آخرت کی حسنات سے نوازے۔ اللہ اُن پر ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ اللہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اُن کی بتائی ہوئی نصیحتوں پر عمل کر سکیں۔ آمین ثم آمین۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: احمد بلال مغل ۔ مبلغ سلسلہ ریجن سکاسو۔مالی

مالی ریجن سکاسو میں آمین کی بابرکت تقریب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا ایک مقصد اس زمانے میں قرآن کریم کی تعلیمات کو عام کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے جیسا کہ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

’’اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو ہم میں پیدا کرنے کے لئے بہت کوشش فرمائی ہے اور آپؑ کے آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ قرآنِ کریم کو دنیا میں ہر چیز سے اعلیٰ مقام دینے والے بنیں اور اسے وہ عزت دیں جس کے مقابلے میں کوئی اور چیز نہ ہو۔قرآنِ کریم کی عزت کو ہم صرف اس حد تک ہی نہ رکھیں جو عموماً غیر از جماعت کرتے ہیں کہ خوبصورت کپڑوں میں رکھ لیا، خوبصورت شیلف پر رکھ لیا، خوبصورت ڈبوں میں رکھ لیا۔قرآنِ کریم کی اصل عزت یہ ہے اور اس کی محبت یہ ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی بھر پور کوشش کی جائے۔ اُس کے اوامر اور نواہی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔جن چیزوں سے خدا تعالیٰ نے روکا ہے اُن سے انسان رُک جائے اور جن کے کرنے کا حکم ہے اُن کو انجام دینے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں اور استعدادوں کو استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اس کی تلاوت کی جائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16دسمبر،2011ء)

اس غرض کی خاطر دنیا بھر میں پھیلی جماعتیں اپنے پیارے امام کی اطاعت میں قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے میں مصروف ہیں ۔ دنیا بھر میں قرآن مجید سکھانے کی ہزاروں کلاسز روزانہ منعقد ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہی کلاسز کا یہ سلسلہ افریقہ کے ملک مالی میں بھی جاری ہے جس سے استفادہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ سکاسو کے تین احباب مکرم ابراہیم ماریکو صاحب بعمر 68سال، مکرم لاسینا تنکارا صاحب بعمر 48سال اور مکرم عیسیٰ تراورے صاحب بعمر 35سال نے قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی توفیق پائی۔

جماعت احمدیہ کی ایک خوبصورت روایت قرآن مجید کا دور مکمل کرنے پر آمین کی دعائیہ تقریب منعقد کرنا ہے۔ چنانچہ ان احباب کے قرآن مجید کا دور مکمل کرنے پر مؤرخہ 2جولائی 2021ء کو آمین کی ایک دعائیہ تقریب کا انعقاد احمدیہ مشن ہاؤس سکاسو میں کیا گیا۔تلاوت قرآن کریم کے

بعد مکرم محمد لامین کوناتے صاحب لوکل مشنری نے قرآن کریم، احادیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کے ارشادات کی روشنی میں قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی اہمیت سے متعلق احباب جماعت کو بتایا جس کے بعد خاکسار نے قرآن مجید کا دور مکمل کرنے والے احباب سے قرآن کریم سنا۔تقریب کا اختتام دعا سے ہوا۔ بعد ازاں تقریب میں موجود تمام حاضرین کی خدمت میں طعام پیش کیا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کو پڑھنے، اس کو سمجھنے اور اس پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

رپورٹ: کوسے عمر۔ناظم انصار اللہ علاقہ بانفورا

ریجنل اجتماع مجلس انصار اللہ

بانفورا۔برکینا فاسو

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریجن بانفورا کو اپنا ریجنل اجتماع انصار اللہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔مؤرخہ 26 ؍جون 2021ء کو شام پانچ بجے تلاوت قرآن مجید سے اجتماع کا آغاز ہوا۔مجلس انصار اللہ کا عہد دہرانے کے بعد مکرم اعجاز احمد صاحب ریجنل مبلغ بانفورا نے افتتاحی تقریر کی۔آپ نے احباب کو نظام جماعت کے بارے میں بتایا۔ اور ہر حال میں اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھانے کی تلقین کی۔ دعا کے ساتھ اجتماع کی افتتاحی تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

دعا کے معاً بعد ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے جس میں انصار نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔کل چار ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے جن میں نشانہ غلیل، فٹ بال، سوئی میں دھاگہ ڈالنا اور چمچ میں لیموں رکھ کر دوڑنا شامل تھے۔

نماز مغرب و عشا کے اور کھانے کے بعد علمی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا۔کل چار علمی مقابلے منعقد ہوئے ۔جن میں تلاوت قرآن مجید، نظم، دینی معلومات اور حفظ قرآن مجید شامل تھے۔

27 جون کو دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔فجر کی نماز کے بعد چندہ کی اہمیت پر درس دیا گیا۔اس کے بعد اختتامی تقریب کا آغاز ہوا۔تلاوت اور نظم کے بعد ناظم علاقہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والوں کی انعامات کے ذریعے حوصلہ افزائی کی گئی۔اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم اعجاز صاحب ریجنل مبلغ بانفورا نے انصار کی حوصلہ افزائی کی اور دعا کے ساتھ اجتماع کا اختتام ہوا۔اجتماع میں کل پچاس انصار نے شرکت کی۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

آنحضرت ﷺ کی ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ کوئی دوسرے شخص کو اس وجہ سے نہ اٹھائے کہ خود اس کی جگہ بیٹھے بلکہ وسعت قلبی سے کام لو اور کھل کر بیٹھو۔یعنی جب ہم کسی جگہ جاتے ہیں دعوت وغیرہ پر تو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا کسی کو کہہ کر جگہ خالی کروانا یہ نامناسب ہے۔بعض لوگ کہتے تو نہیں ہیں مگر ان کے دیکھنے کا انداز بتا رہا ہوتا ہے کہ ان کے لئے سیٹ خالی کی جائے۔ چاہے زبان سے کہا جائے یا عمل سے ظاہر کیا جائے دونوں بد خلقی کے زمرے میں آتے ہیں۔ پس یہ تو آنے والے کو نصیحت فرمائی مگر بیٹھنے والے کو اور نصیحت فرمائی کہ ایک مسلمان کا حق ہے کہ اس کا بھائی سمٹ کر بیٹھے اور اس کو جگہ دے۔

(خالد محمود شرما۔کینیڈا)

طلوع وغروب آفتاب

30 جولائی 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:30	19:01
مدینہ منورہ	04:23	19:07
قادیان	04:10	19:27
ربوہ	03:50	19:06
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:56	20:53